امام خمینی کی شاعری: ایک مطالعہ

تالیف: منیرہ نژاد شیخ

امام خمینی(رہ) بیسویں صدی میں دنیائے اسلام کی وہ اہم شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی بصیرت اور درایت کے سہارے انقلاب اسلامی ایران کی کشتی کو ساحل نجات تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا جس کے نتیجے میں دیگر اسلامی ممالک میں بھی اسلامی انقلاب کا جذبہ بیدار ہوا۔ انہوں نے کھلی آنکھوں سے ایران اور ایرانیوں کے لیے آزادی کا وہ خواب دیکھا جو بہت کم لوگ بند آنکھوں سے دیکھ سکتے تھے جس کی پیشینگوئی بہت پہلے علامہ اقبال شاعرانہ انداز میں یوں کر چکے تھے:

میرسد مردی کہ زنجیر غلامان بشکند　　　دیده ام از روزن دیوار زندان شما

ترجمہ: ایسا شخص آئے گا جو غلاموں کی زنجیروں کو توڑے گا، میں نے آپ کے زندان کے روزنوں اور شگافوں سے یہ دیکھا ہے۔

امام خمینی نے اسی خواب کو پورا کرنے کے لیے بہت ساری قربانیاں دیں۔ چنانچہ اسلامی انقلاب کی کامیابی کو ان کی ان تھک کوششوں ہی کا نتیجہ مانا جاتا ہے۔ امام خمینی کی شخصیت کے مختلف ابعاد اور پہلو تھے، وہ اپنے دور کے بڑے فقیہ، عالم و فاضل اور بے حد محبوب مذہبی، سیاسی اور انقلابی رہنما تھے مگر ان کی شخصیت کو محض مذہبی اور سیاسی نقطہ نظر سے دیکھنا غلط ہوگا۔ ان کی شخصیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ وہ ایک عارف تھے اور یہ خصوصیت انہیں اپنے دور کے دیگر مذہبی و سیاسی رہنماؤں سے الگ کرتی تھی۔ وہ عرفانی حقائق اور اپنے اندرونی جذبات کو شعری پیکر میں ڈھالنے کے ہنر سے بخوبی واقف تھے لیکن ان کی سیاسی اور مذہبی سرگرمیوں نے بہت حد تک عوام کو ان کے شعری سرمایہ سے ناواقف رکھا۔

شاعری کے بارے میں امام خمینی کا خیال مثبت تھا۔ وہ شعر کو اظہار خیال کا سب سے رفیع و اعلی ذریعہ مانتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ کوئی بھی شاعر ارادی طور پر شعر نہیں کہتا ہے بلکہ شعر ایسی چیز ہے جو دل سے

اتر کر زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ شاعری میں امام خمینی کا بھی یہی رویہ تھا یعنی کبھی سوچ سمجھ کر شاعری نہیں کرتے تھے بلکہ سادہ الفاظ میں دل کے جذبات کا اظہار کرتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شاعری کی صلاحیت بدرجہ اتم امام کے اندر موجود تھی مگر انہوں نے خود کو کبھی شاعر نہیں کہا۔

اگرچہ وہ اسلامی انقلاب کی کامیابی سے پہلے بھی شاعری کیا کرتے تھے[1] مگر انقلاب کے بعد ہی فاطمہ طباطبائی[2] کے اصرار پر باضابطہ طور پر مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔ امام خمینی کی پہلی غزل، ان کی وفات کے اٹھارہ دن بعد روزنامہ "کیہان" میں شائع ہوئی جس کا مشہور مطلع حسب ذیل ہے:

من بہ خال لبت ای دوست! گرفتار شدم   چشم بیمار تو را دیدم و بیمار شدم[1]

ترجمہ: اے دوست میں تیرے ہونٹ کے تل کا عاشق ہو گیا اور تیری بیمار آنکھ کو دیکھ کر بیمار ہو گیا۔

اس طرح آپ کے اشعار کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا اور ان کی شخصیت کے ایک اہم پہلو سے لوگ روشناس ہوئے اور امام کے عرفان کو ان کے اشعار کے ذریعے سمجھنے کا رجحان عام ہوا۔ اس طرح ان کے چار شعری مجموعے سبوی عشق، بادہ عشق، نقطہ عطف اور محرم راز منظر عام پر آئے۔ علاوہ ازیں ان کے دو شعری مجموعے آثار الحجہ اور آیینہ دانشوران جوان کے نام سے منسوب ہیں بدقسمتی سے اب دستیاب نہیں ہیں۔

مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی (رہ) نے سنہ ۱۳۷۲ش. میں امام کے تمام دستیاب اشعار کا مکمل مجموعہ دیوان امام کے نام سے زیور طبع سے آراستہ کیا۔ یہ دیوان چھے ابواب پر منقسم ان کی غزلیات، رباعیات، قصاید، مسمط، ترجیع بند اور دیگر اشعار پر مشتمل ہے۔ اس دیوان کا ترجمہ انگریزی، روسی، عربی، ہندی اور اردو جیسی زبانوں میں کیا گیا ہے۔ امام کی شاعری کی بہت پذیرائی ہوئی اور مختلف مکاتب فکر کے ناقدوں نے اس میں مختلف ادبی اور فکری حسن کی نشاندہی کی۔ چنانچہ ان کی شاعری کے بارے میں کہا گیا ہے:

> "امام کی شاعری ان کے جذبات، عواطف اور افکار کی عکاسی کرتی ہے اور تنہائی میں خدا سے گفتگو کرنے کے لمحوں سے متعلق ہے۔ امام کے شعری آئینے میں سچے عرفا کی پاکیزگی، مومنین کا قلبی سکون اور ظلم و بے عدالتی سے پاک خوشگوار مستقبل کی امید دیکھی جا سکتی ہے۔"[2]

ہم اس مضمون میں اختصار سے امام خمینی کی شاعری کے چند اہم نکات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ دیوان امام خمینی، ص ۱۴۲

۲۔ مہدی پور، سیری در دیوان اشعار امام خمینی، ص ۱۹۴

۱۔ امام خمینی شاعری میں سبک عراقی کی تتبع کرتے تھے۔
۲۔ شاعری میں امام کا کوئی تخلص نہیں تھا مگر انہوں نے اپنے بعض اشعار میں "ہندی" تخلص اختیار کیا[۳]۔

راز عشق تو نگوید ہندی چہ کنم من کہ ز رنگش پیداست[۱]

ترجمہ: ہندی تیرے راز عشق کو کسی سے نہیں بتاتا، لیکن کیا کروں کہ چہرے کے رنگ سے خود بخود پتہ چل جاتا ہے۔

۳۔ امام کے یہاں غزل سب سے پسندیدہ صنف شاعری ہے، چنانچہ ان کے دیوان میں ایک سو انچاس غزلیں موجود ہیں۔ یہی صنف سخن عرفانی اور عشقیہ مضامین کے اظہار کا بہترین ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

۴۔ امام خمینی نے کبھی کبھی مولانا رومی، عطار نیشابوری، حافظ شیرازی، عراقی اور ہاتف کی تقلید میں شاعری کی ہے۔ حافظ نے کہا ہے:

الا یا ایہا الساقی اِدر کأساً و ناوِلہا کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا

امام نے اس شعر کے تتبع میں یوں کہا:

الا یا ایہا الساقی برون بر حسرت دلہا کہ جامت حل نماید یکسرہ اسرار مشکلہا[۲]

۵۔ امام کی شاعری میں اکثر اصطلاحات اور تعبیرات وہی ہیں جو گذشتہ شعرا کے یہاں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے دیگر شعرا کی طرح رخ، خال، زلف، مئے، لب، چشم، ابرو جیسی اصطلاحات کا استعمال کیا ہے:

اہل دل را بہ نیایش اگر آدابی ہست یاد دیدار رخ و موی تو آداب من است[۳]

ترجمہ: اگر اہل دل کے پاس عبادت کرنے کا کوئی آداب اور طریقہ ہے، تو میرے لیے تیرے چہرے اور زلف کا دیدار ہی میرا آداب اور طریقہ ہے۔

رہرو عشق اگر خرقہ و سجادہ فکن کہ بجز عشق تو را رہرو این منزل نیست[۴]

۱۔ دیوان امام خمینی، ص ۵۰
۲۔ ایضاً، ص ۴۶
۳۔ ایضاً، ص ۵۷
۴۔ ایضاً، ص ۶۷

ترجمہ: اگر عشق کے راہ پر گامزن ہو تو خرقہ اور سجادہ پھینک دو، کیونکہ اس راستے میں سوائے عشق کے کوئی بھی تمہیں منزل تک نہیں پہنچا سکتا۔

۶۔ امام کی شاعری کا سب سے بڑا موضوع عرفان ہے۔ امام نے عرفان کے مختلف نکتوں کو شعر کے ذریعے بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ اس میں کامیاب بھی رہے ہیں، گرچہ فارسی شاعری میں اس کی روایت بہت قدیم رہی ہے۔ ہم ان کی شاعری سے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

الف: **خدا کی پردہ نشینی اور جلوہ گری**

ای خوب رخ کہ پردہ نشینی و بی حجاب　　ای صد ہزار جلوہ گر و باز در نقاب[1]

ترجمہ: اے خوبصورت معشوق تو پردہ نشیں بھی ہے اور بے حجاب بھی، تو لاکھوں جلوہ گری کے باوجود حجاب میں پوشیدہ ہے۔

امام خدا کے وجود کو تمام کائنات میں جاری و ساری دیکھتے ہیں، یعنی خدا کے جلوے دنیا میں ہر جگہ موجود ہیں اور یہی چیزیں عقلمند لوگوں کے لئے خدا کو حاضر و ناظر سمجھنے میں معاون ہیں۔

ب: **خدا اور انسان کے درمیان حائل**

عیب از ماست اگر دوست ز ما مستور است　　دیدہ بگشای کہ بینی ہمہ عالم طور است

یارب این پردہ پندار کہ در دیدہ ماست　　باز کن تا کہ ببینم ہمہ عالم نور است[2]

ترجمہ: اگر معشوق ہماری آنکھوں سے اوجھل و پوشیدہ ہے او یہ ہماری خطا ہے۔ آنکھیں کھول تا کہ تو دیکھے کہ پوری کائنات طور کی طرح جلوہ مشعوق سے روشن و منور ہے۔ یارب ہماری آنکھوں پر پڑے ہوئے فکر و خیال کے پردے کو ہٹادے تا کہ میں دیکھ لوں کہ پوری کائنات نور ہی نور ہے۔

امام اس شعر میں اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ خدا کا وجود تمام دنیا کو روشن کرتا ہے مگر انسان کو یہ دیکھنے اور محسوس کرنے کے لیے بصارت کی نہیں بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہرچہ فرا گرفتم و ہرچہ ورق زدم　　چیزی نبود غیر حجابی پس از حجاب

ترجمہ: جو کچھ بھی میں نے سیکھا اور جو بھی ورق پلٹا، ایک حجاب کے بعد دوسرے حجاب کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔[1]

۱۔ دیوان امام خمینی، ص ۷۴

۲۔ ایضاً، ص ۵۲

امام اس شعر میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ محض علم و دانش حاصل کرنے سے انسان خدا کی شناخت حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر انسان کے دل میں بصیرت کی شمع روشن نہ ہو تو دل کی یہ تاریکی ایک حجاب کی طرح انسان اور خدا کے درمیان حائل رہے گی۔

ج: وحدت الوجود کا نظریہ

ما ہمہ موج و تو دریای جمالی اے دوست موج دریاست عجب آنکہ نباشد دریا[2]

ترجمہ: ہم سب موج ہیں اور تو جمال و حسن کا سمندر ہے، موج دریا ہی ہوتا ہے عجیب ہے کہ کوئی دریا نہ ہو۔

امام خمینی نے اپنے اس شعر میں عرفان کے ایک متنازعہ مسئلہ (وحدت الوجود) کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس طرح موج سمندر کا ایک حصہ ہے اور سمندر نہ ہونے کے باوجود سمندر ہی ہے بالکل اسی طرح انسان بھی خدا سے ہی ہے اگرچہ انسان خدا نہیں ہے مگر اس سے الگ بھی نہیں ہے۔

د: خود فراموشی

بگذر از خویش اگر عاشق دلباختہ‌ای کہ میان تو و او جز تو کسی حائل نیست[3]

ترجمہ: اگر تو عاشق دلباختہ ہو تو اپنی ذات سے گزر جا کیونکہ تیرے اور اس کے درمیاں تیرے علاوہ کوئی اور حائل نہیں ہے۔

درحقیقت اس شعر میں امام اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ انسان کی خواہشات اسے محبوب حقیقی سے دور کر سکتی ہیں ورنہ عاشق و محبوب کے درمیان کوئی حائل نہیں ہے لہٰذا انسان کو دل کی ہر خواہش اور طلب سے گزر جانا چاہیے۔

۷۔ امام خمینی کی شاعری میں عشق الٰہی ایک اہم اور وسیع موضوع ہے۔ آپ مختلف صورتوں میں اس عشق کی وضاحت کرتے ہیں:

الف: عشق کا وجود دنیا کے ذرے ذرے میں

۱۔ دیوان امام خمینی، ص ۴۸
۲۔ ایضاً، ص ۴۳
۳۔ ایضاً، ص ۶۷

ذرہ ای نیست بہ عالم کہ در آن عشق نیست بارک اللہ کہ کران تا بہ کران حاکم اوست

ترجمہ: دنیا میں کوئی ذرہ ایسا نہیں جس میں عشق کا جذبہ نہ ہو، بارک اللہ اس کونے سے اس کونے تک عشق ہی عشق حاکم ہے۔ یعنی دنیا میں عشق الہی کی حکومت ہے اسی وجہ سے ہر چیز میں اس عشق کا جلوہ موجود ہے۔

ب: **عشق، بے ابتدا بے انتہا**

عشق جانان ریشہ دارد در دل از روز الست عشق را انجام نبود چون ورا آغاز نیست[۲]

ترجمہ: خدا سے محبت روز الست سے دل میں جڑ پکڑ چکا ہے، اس محبت کا کوئی انجام نہیں ہوگا کیونکہ اس کا کوئی آغاز نہیں۔

اس شعر میں امام عشق الہی کی جاودانگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ عشق روز الست سے ہی انسان کے دل میں پیوست ہو چکا ہے اور جس چیز کی کوئی ابتدا نہ ہو تو اس کا اختتام بھی نہیں ہوگا یعنی عشق الہی انسان کے دل میں امر ہے چاہے انسان اسے سمجھ سکے یا اس سے غافل رہے۔

ج: **عشق آگ کا دریا**

سالہا باید کہ راہ عشق را پیدا کنی این رہ رندان میخانہ است راہ سادہ نیست[۳]

ترجمہ: راہ عشق کی تلاش میں ہزاروں سال لگ جاتے ہیں، یہ راستہ میخانے کے رندوں کا ہے کوئی سیدھا سادہ راستہ نہیں۔

اس کے باوجود کہ عشق ہر چیز میں موجود ہے مگر اس کو شعوری طور پر حاصل کرنے کے لئے بہت وقت چاہیے جو سادہ اور آسان نہیں ہے اور راہ عشق کے متوالے دنیا کے تعلقات سے پوری طرح آزاد ہیں اور عشق الہی کی آگ سینے میں جلائے رکھتے ہیں۔

د: **عشق میں فنا ہونا**

گر اسیر روی اوئی نیست شو پروانہ شو پایبند ملک ہستی در خور پروانہ نیست[۱]

۱۔ دیوان امام خمینی، ص ۶۲
۲۔ ایضا، ص ۶۵
۳۔ ایضاً، ص ۷۰

ترجمہ: اگر اس کے چہرے کے اسیر ہو تو فنا ہو جاؤ پروانہ ہو جاو، وہ جو ملک ہستی کا پابند ہے پروانہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

امام کہتے ہیں کہ جس طرح پروانہ شمع کے عشق میں خود کو فنا کر دیتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص خود کو عاشق حقیقی مانتا ہے تو اسے بھی پروانہ کی طرح اس عشق الٰہی کی آگ میں جل کر اپنے وجود اور ہستی کو فنا کر دینا چاہیے۔

ھ: عشق، ہر خوشی سے اوپر

گرچہ از ہر دو جہان ہیچ نشد حاصل ما غم نباشد چو بود مہر تو اندر دل ما[۲]

ترجمہ: اگرچہ دونوں عالم سے ہم کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا لیکن کوئی غم نہیں کیونکہ تیری محبت ہمارے دل میں ہے۔

امام خمینی عشق الٰہی کو ہر خوشی اور نعمت سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ جس انسان کے دل میں عشق حقیقی اپنی جگہ بنالیتا ہے اسے دنیا و آخرت کی کوئی فکر نہیں ہوتی ہے۔

و: امام کے اندر عشق کا جذبہ

جز عشق تو ہیچ نیست اندر دل ما عشق تو سرشتہ گشتہ اندر گِل ما[۳]

ترجمہ: تیرے عشق و محبت کے سوا میرے دل میں اور کچھ نہیں، تمہارا پیار میرے وجود کی مٹی سے ملا ہوا ہے۔

ز: امام کے کلام میں عشق کی اہمیت

رہرو عشقم و از خرقہ و مسند بیزار بہ دو عالم ندہم روی دل آرای تو را[۴]

ترجمہ: عشق کی راہ میں چلنے والا ہوں اور خرقہ اور مسند سے کوئی دلچسپی نہیں، دو عالم کے بدلے میں بھی میں تیرے دلکش چہرہ کو نہیں دوں گا۔

۱۔ دیوان امام خمینی، ص ۷۰

۲۔ ایضاً، ص ۴۵

۳۔ ایضاً، ص ۴۴

۴۔ ایضاً، ص ۴۲

۵۔ ایضاً، ص ۴۴

امام خمینی کے کلام میں عشق کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ وہ اسے دنیا اور آخرت کی ساری خوشیوں سے برتر سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے انہیں دو عالم کے مال و متاع سے کوئی لگاؤ نہیں اور وہ اس عشق کا سودا دو دنیا کی خوشیوں کے بدلے میں بھی کرنے کو آمادہ نہیں ہے۔

ح: **عشق کا درمان**

عاشقم عاشق وجز وصل تو درمانش نیست   کیست کاین آتش افروختہ در جانش نیست [۱]

ترجمہ: عاشق ہوں عاشق اور تیرے وصال کے سوا میرا کوئی علاج نہیں، کون ہے جس کے دل میں یہ آگ روشن نہیں ہے۔

امام خود کو خدا کی محبت اور عشق میں مبتلا پاتے ہیں اور اس عشق کو ایک آتش افروختہ سے تشبیہ دیتے ہیں جس سے کسی کو راہ فرار نہیں۔ امام کے مطابق درد عشق کا واحد علاج وصال حق ہے۔

۸۔ عارفانہ اور عاشقانہ موضوعات کو اپنے اشعار میں بیان کرتے ہوئے امام خمینی نے سیاسی موضوعات سے منہ نہیں موڑا بلکہ اپنی شاعری میں انہیں خاطر خواہ جگہ دی ہے۔

الف: **انقلاب سے محبت**

امام کے دل میں اسلامی انقلاب کی محبت اتنی گہری تھی کہ وہ ایک لمحہ بھی اس کی یاد سے غافل نہ رہتے اور انہوں نے بعض اشعار میں اس کی جانب اشارہ بھی کیا ہے:

جمہوری اسلامی ما جاوید است   دشمن ز حیات خویش نومید است
آن روز کہ عالم ز ستمگر خالی است   ما را و ہمہ ستمکشان را عید است [۳]

ترجمہ: ہمارا جمہوری اسلامی جاوید ہے، دشمن اپنی زندگی سے مایوس ہے، جس دن دنیا ظالموں سے خالی ہو جائے گی اس دن ہماری اور ہمارے جیسے مظلوموں کی عید ہو گی۔

ب: **ظلم و ستم کی نشاندہی**

تا بہ کی بر ما روا باشد جفای انگلیسی   آن کہ در ظلم و ستم فرد است و او را نیست ثانی [۱]

۱۔ دیوان امام خمینی، ص ۶۶
۲۔ ایضاً، ص ۴۴
۳۔ ایضاً، ص ۱۹۳

ترجمہ: کب تک انگریز ہم پر ظلم کرتے رہیں گے، وہ جو ظلم ڈھانے میں بے مثال ہے اور اس میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔

امام اپنی شاعری میں انگریزوں کے ظلم و ستم سے لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں اور یہ شکوہ کرتے ہیں کہ کب تک ہمیں ان کے ظلم و ستم کو برداشت کرنا پڑے گا اس طرح سے امام شاعری کو رائے عامہ ہموار کرنے کا ذریعہ بھی سمجھتے ہیں اور اسے اپنے انقلابی مشن کے لیے بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ امام جانتے تھے کہ شاعروں نے قومی تاریخ کو بدل ڈالا ہے عربی اور فارسی شاعری میں اس کی واضح مثالیں موجود ہیں۔

ج: جہاد کا مقام

خرقہ صوفی و جام می و شمشیر جہاد　　قبلہ گاہی تو و این جملہ ہمہ قبلہ نما [۲]

ترجمہ: صوفی کا خرقہ اور جام مئے اور جہاد کی تلوار، تم قبلہ گاہ ہو اور یہ سب قبلہ دکھانے والے ہیں۔

امام خمینی ظلم و ستم کو سہنے کے قائل نہیں تھے بلکہ طاغوتی قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر ان کا مقابلہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور جہاد کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالتے ہیں کہ ظلم و ستم کے آہنی قلعوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے۔

د: جہاد کی حوصلہ افزائی

جمہوری ما نشانگر اسلام است　　افکار پلید فتنہ جویان خام است
ملت بہ رہ خویش جلو می تازد　　صدام بدست خویش در صد دام است [۳]

ترجمہ: ہمارا جمہوریہ، اسلام کا نشان ہے، فتنہ کرنے والوں کے خیالات کچے اور خام ہیں، ہمارے لوگ اپنے راستے میں آگے چل رہے ہیں، صدام اپنے ہاتھوں سے پھیلائے ہوئے مکر و فریب کے سیکڑوں جال میں گرفتار ہے۔

۱۔ دیوان امام خمینی، ص ۲۶۶
۲۔ ایضاً، ص ۴۳
۳۔ ایضاً، ص ۱۹۳
۴۔ ایضاً، ص ۱۹۵

امام جمہوریت کو اسلام کی علامت اور نشانی کے طور پر بیان کرتے ہوئے اس شعر میں خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور ساتھ ہی اسلام دشمن قوتوں کو یہ چیلنج بھی کرتے ہیں کہ تم چاہے کچھ بھی منصوبہ بندی کرو اسلام کا سر ہمیشہ اونچا ہی رہے گا اور یہ بھی یقین دلاتے ہیں کہ اسلام کا برا چاہنے والے خود ہی برباد ہو جائیں گے۔

۱۰۔ ان کے بعض اشعار میں اس دور کے سماجی مسائل کی جھلک بھی موجود ہے۔

الف: **اخلاص**

تو راه جنت و فردوس را در پیش خود دیدی جدا گشتی ز راه حق و پیوستی به باطلها[۱]

ترجمہ: تو نے جنت وفردوس کو اپنا مقصد قرار دیا ہے، حق کے راہ سے جدا ہو کر باطل کے راستے پر چلے گئے ہو۔

امام نے لوگوں کے دینی اور دنیوی امور میں اخلاص کی قلّت کو ان کی گمراہی کا سبب بتایا ہے۔ اگر انسان کے نیک اعمال محض جنت کے حصول کے لیے ہیں نہ کے خدا کی رضا اور رغبت کے لیے تو ایسا عمل اور ایسی عبادت محض اسے گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔

ب: **ریا**

امام کے کلام میں ریا اور تزویر اسلامی معاشرہ کا ایک اہم مسئلہ تھا اس لیے انہوں نے اس شعر میں اس کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

ماییم و یکی خرقهٔ تزویر و دگر هیچ در دام ریا بسته به زنجیر و دگر هیچ[۲]

ترجمہ: ہم ہیں اور تزویر کا ایک خرقہ اور کچھ نہیں، ریا کی جال میں قید ہوئے ہیں اور کچھ نہیں۔

۱۱۔ امام خمینی قرآن اور حدیث سے بخوبی واقف تھے اور ان کی شاعری میں اس کا گہرا اثر پڑا تھا چنانچہ یہ تاثیر کبھی لفظی اور کبھی معنوی سطح پر ان کی شاعری میں مکرر رونما ہوتی ہے۔ لفظی سطح پر امام بعض اشعار میں قرآن کی کوئی آیت یا ایک لفظ لاتے تھے:

گر تو آدم زاده هستی عَلَّمَ الاَسما چه شد قابَ قَوسَینت کجا رفته است اَوْاَدنی چه شد[۳]

۱۔ دیوان امام خمینی، ص ۴۶

۲۔ ایضاً، ص ۴۷

۳۔ ایضاً، ص ۹۴

ترجمہ: اگر تو حضرت آدم سے پیدا ہوئے ہو تو تیرا علم الاسما والا مقام کہاں ہے، اور قاب قوسین او ادنی جیسے مقام تیرے اندر کہاں ہے۔

اس شعر کا پہلا مصرع آیت ۳۱ سورہ بقرہ اور دوسرا مصرع سورہ نجم کے ابتدائی آیتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ امام کی شاعری میں قرآن کی معنوی تاثیر اس شعر سے ہویدا ہوتی ہے کہ:

ہمہ جا منزل عشق است کہ یارم ہمہ جاست　　کوردل آنکہ نیابد بہ جہان جای تورا[1]

اس شعر میں سورہ بقرہ کی آیت ۳۴ کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ و للہ المشرق و المغرب فاینما تولّوا فثم وجہ اللہ ان اللہ واسعٌ علیم۔

۱۲۔ امام نے مختلف ادبی صنایع کا کثرت سے استعمال کیا ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ امام کو فن شاعری پر پورا عبور حاصل تھا۔ امام نے خاص کرکے صنعت تلمیح سے کثرت سے کام لیا ہے۔ حضرت آدم، نوح، مسیح، خلیل، جبرئیل، خضر، قیصر و کسری ان کے تلمیحات کے چند نمونے ہیں۔ عشق الہی کے امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کو بیان کرنے کے لیے امام نے خلیل کی تلمیح سے استفادہ کیا ہے:

با عشق رخت خلیل را ناری نیست　　جویای تو با فرشتہ اش کاری نیست[2]

ترجمہ: تیرے عشق کی وجہ سے حضرت ابراہیم کے سامنے کوئی آگ نہیں، تیرے متلاشی کو فرشتوں سے کوئی سروکار نہیں۔

منابع و مآخذ

❖ امام خمینی، دیوان امام، تنظیم و نشر آثار امام خمینی (س)، چاپ ششم، ۱۳۷۴ش؛
❖ محمد مہدی پور، "سیری در دیوان اشعار امام خمینی (رہ)"، مشمولہ فصلنامہ زبان و ادب فارسی، شمارہ ۱۷۴، ۱۳۷۹، ۲۰۶-۱۹۳؛

۱۔ دیوان امام خمینی، ص ۴۲

۲۔ ایضاً، ص ۳۱۳